جاری ہونے تک زیر امتناع

اسے شائع نہیں کیا جا سکتا تا وقتیکہ :

13 دسمبر 2010، سوموار، 16:01 اسلام آباد

13 دسمبر 2010، 11:01 GMT

پاکستان: بلوچستان میں جنگجو اُساتذہ کو مار رہے ہیں

تعلیم پر حملوں سے طلبا کا نقصان ہوتا ہے اور ترقی کے مواقع گھٹتے ہیں۔

(13 دسمبر 2010: اسلام آباد) آج جاری ہونے والی ایک رپورٹ میں ہیومن رائٹس واچ نے کہا ہے کہ پاکستان کے صوبے بلوچستان میں مسلح گروہوں کو فوری طور پر اساتذہ اور دوسرے تعلیمی عملے کو مارنا، خوفزدہ کرنا اور ڈرانا دھمکانا بند کرنا چاہیے۔ متعدد قوم پرست، فرقہ وارانہ اور اسلام پسند مسلح گروہوں کی طرف سے حملوں اور بم دھماکوں سے سکول اور جامعات تباہ ہو چکی ہیں۔ ان حملوں اور دھماکوں سے طلباء ہلاک اور زخمی ہو رہے ہیں اور بلوچستان میں تعلیم کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔

40 صفحات پر مشتمل رپورٹ، ''اُن کا مستقبل خطرے میں ہے'': پاکستان کے صوبے بلوچستان میں اساتذہ اور سکولوں پر حملے' جنوری 2008 سے اکتوبر 2010 کے دوران مشتبہ جنگجوؤں کی طرف سے 22 اساتذہ اور دیگر تعلیمی عملے کی ہلاکتوں کی دستاویزی شہادت مہیا کرتی ہے۔ یہ رپورٹ ...... جو کہ اساتذہ، طلباء، متاثرین کے خاندان اور دوستوں، اور بلوچستان میں حکومتی عہدیداروں کے انٹرویوز پر مشتمل ہے...... ان حملوں اور صوبے میں تعلیم کے معیار پر ان کے اثرات کو بیان کرتی ہے۔

ہیومن رائٹس واچ میں جنوبی ایشیا سے متعلق سینئر محقق، علی دیان حسن نے کہا۔

''مسلح گروہوں، کی پاکستانی ریاست کے خلاف شکایات اس بات کا جواز نہیں ہیں کہ وہ اساتذہ کو قتل کرتے پھریں۔ اساتذہ کو مار کر، طلبا کو نقصان پہنچا کر، اور سکولوں کو نشانہ بنا کر جنگجو صرف بلوچستان کے مسائل میں اضافہ کر رہے ہیں اور یہاں کی نوجوان نسل کو تعلیم کے فوائد سے محروم کر رہے ہیں''۔

بلوچستان میں تعلیم تین واضح متشدد تنازعات کے بیچ پھنس کر رہ گئی ہے: ۱۔ مسلح بلوچ قوم پرست گروہ، جو کہ بلوچستان کی علیحدگی یا خودمختاری چاہتے ہیں، پنجابیوں یا دوسری اقلیتوں کو نشانہ بناتے ہیں؛ ۲۔ مسلح سنی مسلمان گروہ شیعہ مسلمانوں کو نشانہ بناتے ہیں اور ۳۔ مسلح اسلامی گروہ اُن کو نشانہ بناتے ہیں جو اسلام کی تشریح اُن کی اپنی تشریح سے مختلف کرتے ہیں۔

اگرچہ جنگجوؤں کی طرف سے ہلاکتوں اور دوسری زیادتیوں کا نشانہ ہر شعبے کے افراد، تعلیمی عملہ اور طلبا بنتے ہیں لیکن پنجابی نسل کے لوگ خاص طور پر ان کا نشانہ بنتے ہیں کیونکہ جنگجو انہیں پاکستانی ریاست کے نمائندے اور پنجابی فوج کے جبر کی علامت کے طور پر دیکھتے ہیں۔

ایک مثال جون 2009 میں قلات میں دیکھنے میں آئی جب بلوچ آزاد فوج BLA نے ایک اُستاد، انور بیگ کی ہلاکت کی ذمہ داری قبول کی۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اُس نے اپنے سکول میں بلوچ قومی ترانے کے گانے اور پاکستانی جھنڈے کی بجائے بلوچ قومی جھنڈے کے لہرانے کی مخالفت کی تھی۔

اپنی حفاظت کے خوف سے بہت سے اساتذہ نے تبادلے کروا لئے ہیں جس سے تعلیمی مواقع اور نتائج کے لحاظ سے پاکستان کے اس سب سے کمزور تعلیمی نظام پر بوجھ اور بڑھ گیا ہے۔ 2008 کے بعد سے 200 سے زائد اساتذہ اور پروفیسرز نے اپنے سکولوں سے یا تو نسبتاً محفوظ مقام، صوبائی دارالحکومت، کوئٹہ میں تبادلے کروا لیے ہیں یا بالکل ہی صوبے سے باہر جا چکے ہیں۔ تقریباً 200 اور تبادلہ کروانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ نئے اساتذہ ملنا بہت مشکل ہیں اور نئے آنے والے اساتذہ عموماً پچھلوں سے کم تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ صوبے کے بلوچ نسل کے علاقوں کے سکولوں میں عموماً عملے کی کمی ہے، اس لیے اساتذہ کی مزید کمی سے بچوں کے تعلیم حاصل کرنے کے مواقع میں شدید کمی ہو جاتی ہے۔ بہت سے اساتذہ جو اپنے عہدے پر جمے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ اُن پر اپنی حفاظت کا خوف اس طرح مسلط ہے کہ پڑھانے کا عمل بُری طرح متاثر ہو گیا ہے۔

حسن نے بتایا، ''بلوچستان میں اس وقت تعلیم دینا یا حاصل کرنا اپنی اور گھر والوں کی زندگی کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ بلوچ قوم پرست اس طرح کے مظالم کا ارتکاب کر کے بلوچستان کو آگے لے جانے کی بجائے اس کی ترقی کو نقصان پہنچا رہے ہیں''

پس منظر

تاریخی طور پر بلوچستان کے تعلقات پاکستان کی حکومت سے ہمیشہ کھچے کھچے رہے ہیں،جس کی وجہ وسیع تر صوبائی خودمختاری، قدرتی ذرائع کی تلاش و پیداوار پر اختیار، اور ایک مسلسل محرومی کا احساس ہے۔ 1999 سے 2008 کے درمیان پاکستان کے فوجی حکمران جنرل پرویز مشرف کے دور میں حالات اور بھی بگڑ گئے۔ 2005 اور 2006 میں مشرف کے دورہ بلوچستان کے دوران اس پر دو قاتلانہ حملوں کی وجہ سے افواج اور فوج کے اہم ترین خفیہ ادارے ملٹری انٹیلی جنس کی طرف سے بلوچ قوم پرستوں کے خلاف فوجی کارروائی کی گئی۔ تشدد کی حالیہ لہر کی جڑیں 2006 میں نامور بلوچ قبائلی رہنما نواب اکبر خان بگٹی کے قتل اور 2009 میں تین اہم بلوچ سیاسی رہنماؤں کا اُن عناصر کے ہاتھوں قتل جن کا تعلق پاکستانی فوج سے سمجھا جاتا ہے میں پائی جاتی ہیں۔

پاکستان کی انسانی حقوق کی تنظیموں نے 2005 سے بلوچستان میں فوج کی طرف سے کی گئی انسانی حقوق کی کئی شدید پامالیوں کو درج کیا ہے۔ مثلاً ماورائے عدالت قتل، تشدد، جبراً لاپتہ کیا جانا، جبراً بے گھر کیے جانا اور احتجاج کرنے والوں کے خلاف طاقت کا بے دریغ استعمال۔ بلوچستان کی صورت حال پر ہیومن رائٹس واچ کی دو رپورٹوں میں سے یہ پہلی ہے۔ دوسری رپورٹ میں پاکستان کے حفاظتی اداروں کے ہاتھوں بلوچوں کے جبراً لاپتہ کیے جانے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

''اُن کا مستقبل خطرے میں ہے': پاکستان کے صوبے بلوچستان میں اساتذہ اور سکولوں پر حملے' جاری ہونے سے پہلے اس پتے پر دستیاب ہے:

بلوچستان سے حقائق

''موجودہ حالات میں سب سے متاثرہ نسلی گروہ بلوچ ہے کیونکہ یہی ہیں جو اساتذہ سے محروم ہو رہے ہیں۔ انہی کے بچے ہیں جن کی تعلیم متاثر ہو رہی ہے اور انہی کا مستقبل ہے جو داؤ پر لگا ہوا ہے...... ہاں البتہ آبادکار اور خاص طور پر پنجابی (بھی) براہ راست متاثر ہوئے ہیں...... انہی کے لوگ مارے جا رہے ہیں''۔

سینئر صوبائی حکومتی عہدیدار

''اب تک (اس سکول کو) 10 اساتذہ چھوڑ کر جا چکے ہیں...... 2006 سے لے کر اب تک (اس سکول میں سے) 6 لوگ مارے جا چکے ہیں......ان میں سے زیادہ تر پچھلے 12 ماہ کے دوران......میرا پس منظر......آبادکار، میرا پیشہ......تدریس، میرا فرقہ......شیعہ: یہ وہ تمام خاصیتیں ہیں جن کی وجہ سے میں نشانہ بن سکتا ہوں۔ میرے اور میرے خاندان کے لیے بہتر ہے کہ ہم جلد از جلد چلے جائیں''

استاد

''(اُسے) پڑھانا پسند تھا اور وہ کئی عشرے سے اس پیشے سے جڑا رہا۔ وہ کوئٹہ میں رہنا چاہتا تھا اور تدریس جاری رکھنا چاہتا تھا''۔

فضل باری کا ایک دوست، جو کہ کوئٹہ میں تعمیر نو ہائی سکول کا پرنسپل تھا اور 22 مارچ 2010 کو بلوچ آزاد فوج نے اُسے ہلاک کر دیا۔

''جیسے ہی ہم نے دھماکا سنا میں سکول کے صحن کی طرف بھاگا۔ کمرہ جماعت کی کھڑکیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تھیں۔ بہت سے طلباء پہلے ہی صحن میں تھے۔ ہم میں سے بہت سوں کو پتہ نہ چلا کہ کیا ہوا تھا۔ میں نے دھواں دیکھا...... میں نے بہت سے بچوں کی چیخیں سنیں۔ میرے خیال میں بھگدڑ میں بھاگتے ہوئے کچھ بچے کرچیوں پر گرنے سے تھوڑے بہت زخمی ہوئے تھے......بہت سے اساتذہ زخمی ہوئے تھے۔ جب مجھے پتہ چلا کہ یہ بم تھا تو میں بہت ڈر گیا تھا''

کم سن طالب علم